

غریب ترین وزیر اعظم!

وزیر اعظم بننے سے پہلے، شیشیل کورالا پورے دس برس نیپالی کانگریس کا صدر رہا۔ اس کا رہن سہن حیران کن حد تک سادہ تھا۔ 2014 میں نیپال کا وزیر اعظم بن گیا۔ پہلے دن جب اپنے سرکاری دفتر پہنچا تو انتہائی سستی قیمت کے کپڑے پہن رکھے تھے۔ اس طرح کے کپڑے جو نیپال کا عام آدمی پہنتا ہے۔ لباس کی مجموعی قیمت دو سو روپے سے بھی کم تھی۔ سر پر انتہائی پرانی ٹوپی اور پیروں میں کھردری سی چپل۔ وزیر اعظم کا سٹاف اسے دیکھ کر حیران رہ گیا۔ وہاں ویٹریانا ب قاصد کے کپڑے بھی شیشیل کورالا سے بہت بہتر تھے۔ منتخب وزیر اعظم کو ان کے دفتر لیجا گیا۔ دفتر کے باہر چپل اتاری اور ننگے پاؤں چلتا ہوا کرسی پر چوڑی مار کر بیٹھ گیا۔ سیکرٹری اور دیگر عملے کے اوسان خطا ہو گئے کہ یہ کس طرح ملک کے لوگوں سے ووٹ کی طاقت سے وزیر اعظم بن گیا ہے۔ کورالا نے فائلیں منگوائی اور بڑی محنت سے کام شروع کر دیا۔ سیکرٹری دو گھنٹے اپنے کمرے میں انتظار کرتا رہا کہ باس اب بلائے گا یا اب۔ اس نے کئی بار چپڑا سی سے پوچھا کہ مجھے وزیر اعظم نے تو نہیں بلایا۔ چپڑا سی شرمندگی سے جواب دیتا تھا کہ نہیں۔ ابھی تک انہوں نے کسی کو بھی بلائے کیلئے نہیں کہا۔ خیر پورا دن گزر گیا۔ شیشیل سرکاری کام کر کے بڑے آرام سے واپس چلا گیا۔ سختی سے منع کیا کہ کوئی بھی اسے خوش آمدید کہنے یا خداحافظ کہنے نہ آئے۔ یعنی اس نے ہر طرح کے پروٹوکول کو ختم کر دیا۔ اسی صورتحال میں ایک ہفتہ گزر گیا۔ تمام عملہ بیکار بیٹھا رہا۔ وزیر اعظم ٹھیک آٹھ بجے صبح دفتر آتا تھا۔ رات گئے تک کام کرتا تھا۔ پھر بڑے آرام سے چلا جاتا تھا۔

ایک ہفتہ بعد، سیکرٹری نے کورالا کو چٹ بھجوائی کہ وہ اسے کسی سرکاری کام سے ملنا چاہتا ہے۔ چٹ بھجوائے ہوئے دو چار منٹ ہوئے تھے کہ وزیر اعظم خود اسکے کمرے میں آ گیا اور تہذیب سے پوچھا کہ فرمائیے، کیا کام ہے۔ سیکرٹری کی جان نکل گئی کہ ملک کا وزیر اعظم اسکے دفتر میں آ کر کام پوچھ رہا ہے۔ کرسی سے کھڑا ہو گیا۔ لجاجت سے کورالا کو کہا کہ سر، قانون کے مطابق بطور وزیر اعظم آپ نے اثاثے ڈیکلیر کرنے ہیں۔ وزیر اعظم نے سیکرٹری سے فارم لیا اور خاموشی سے اپنے دفتر چلا گیا۔ شام کو فارم واپس آیا تو سیکرٹری نے پڑھنا شروع کر دیا۔ اثاثوں کا کاغذ دیکھ کر آنکھیں باہر ابل پڑی۔ اس پر بے حد نادر جملے لکھے ہوئے تھے۔ درج تھا، "میرے پاس کوئی گھر نہیں ہے۔ کوئی گاڑی بھی نہیں ہے کیونکہ میں بس میں سفر کرتا ہوں۔ کسی قسم کی کوئی جائیداد، پلاٹ، زیور، سونا، ہیرے بھی نہیں ہیں۔ جہاں تک زرعی زمین کا تعلق ہے، ساری زمین خیرات کر چکا ہوں اور اس وقت میرے پاس ایک ایکڑ زمین بھی نہیں ہے۔ میرا کسی قسم کا کوئی بینک اکاؤنٹ بھی نہیں ہے۔ میرے پاس کوئی رقم ہی نہیں ہے۔ ہاں، اگر آپ اثاثے سمجھتے ہیں تو پھر میرے پاس صرف تین موبائل فون ہیں جن میں سے ایک آئی فون ہے۔ اسکے علاوہ میرے پاس کچھ بھی نہیں ہے۔"

نیپال جیسا ملک جہاں سیاست اور کرپشن، بالکل ہماری طرح لازم و ملزوم ہے۔ وہاں وزیر اعظم کے ڈیکلیریشن فارم میں کسی قسم کے اثاثے نہ ہونا اچھنبے کی بات تھی اور ہے۔ سیکرٹری اگلے دن صرف اس لیے وزیر اعظم کے پاس گیا کہ کہیں اس سے کوئی غلطی نہ ہو گئی ہو۔ مگر وزیر اعظم نے تسلی دی اور کہا کہ میں نے ڈیکلیریشن فارم کے نیچے دستخط کیے ہیں۔ فکر نہ کریں۔ بس متعلقہ دفتر میں

بھجوادیں۔ مرتا کیا نہ کرتا۔ سٹاف نے فارم حکومتی دفتر میں بھجوادیا۔ تھوڑے دن کے بعد کسی صحافی نے اخبار میں چھاپ دیا کہ یہ دنیا کا سب سے غریب وزیر اعظم ہے۔ اپوزیشن نے کہنا شروع کر دیا کہ یہ شاید جھوٹ ہے۔ کیسے ہو سکتا ہے کہ ایک ایسا شخص جسکے خاندان میں تین وزیر اعظم گزرے ہوں، اتنا مفلوک الحال ہو۔ اپوزیشن نے ہر طرح کی تحقیق کر ڈالی۔ مگر شیشیل کورالاکھی لکھی ہوئی باتوں میں کوئی سقم نہ نکال سکے۔ واقعی وزیر اعظم کے پاس کچھ بھی نہیں تھا۔ وہ معاشی کسمپرسی کا شکار تھا۔ ایک سرکاری دورے میں حکومت کی طرف سے اسے چھ سو پینتالیس ڈالر ملے۔ دورے کے بعد اس نے یہ تمام ڈالر سرکاری خزانے میں واپس جمع کروادیے کہ اسکا دورہ پر کسی قسم کے کوئی پیسے خرچ نہیں ہوئے۔ لہذا یہ ڈالر اسکے کسی کام کے نہیں ہیں۔ بطور وزیر اعظم شیشیل کورالانے انتہائی سادگی سے وقت گزارا اور حکومت کے بعد بھائی کے گھر منتقل ہو گیا۔ آخری عمر میں پھیپھڑوں کا کینسر ہو گیا۔ اسکے پاس علاج کے پیسے نہیں تھے۔ سیاسی پارٹی کے اراکین نے باقاعدہ چندہ اکٹھا کیا اور پھر وہ اپنا علاج کروانے کے قابل ہوا۔ بہر حال کینسر جیسے موذی مرض سے بہادری سے لڑتے ہوئے 2016 میں دم توڑ گیا۔ اسکا انتقال لندن یا امریکہ کے کسی مہنگے ہسپتال میں نہیں ہوا بلکہ نیپال کے ایک سرکاری ہسپتال میں زندگی کی بازی ہار گیا۔ آج بھی آپ اسکی زندگی پر لکھی گئی کتابیں پڑھیں تو آنکھیں نم ہو جاتی ہیں۔ انسان پوچھتا ہے اے خدا، ایسے درویش لوگ بھی اس دنیا پر حکومت کرتے ہیں۔ الیکشن جیتتے ہیں اور اپنے دامن پر کرپشن کی ایک چھینٹ بھی نہیں پڑنے دیتے۔ اسی تنگدستی میں دنیا چھوڑ دیتے ہیں۔

جہاں ایک شیشیل کورالاجیسے عظیم آدمی کو دیکھ کر انسانیت پر اعتماد بحال ہوتا ہے تو دوسری طرف اپنے ملک میں سیاستدانوں کو دیکھتے ہوئے سر شرم سے جھک جاتا ہے۔ آپ کسی پاکستانی اخبار یا جریدے پر یقین نہ کریں۔ ہو سکتا ہے کہ وہ کسی خاص زاویہ سے کسی زمینی دیوتا کی تعریف یا بد خوئی کر رہے ہوں۔ بین الاقوامی ساکھ کے اخبارات اور چینل دیکھیے۔ کیا یہ شرم کی بات نہیں کہ ہمارے جیسے غریب ملک کے ایک سیاسی خاندان کو لندن کے ایک اخبار نے "بحری فزاق" کہا۔ انکی صرف لندن میں اٹھتیس بیس قیمت جائیدادیں بیانگ دہل سب کے سامنے کھول کر رکھ دیں۔ مگر پاکستان میں خدائی دعوے کرنے والا خاندان، لندن کے اس اخبار کا بال بھی بیکانہ کر سکا۔ اسکے خلاف عدالت تک سے رجوع کرنے کی ہمت نہ کر سکا۔ انکی خاموشی سے ہر صاحب الرائے سمجھ گیا کہ اخبار میں لگائے گئے الزامات مکمل طور پر سچ ہیں۔ یہ خاندان تین دہائیوں سے جمہوریت کے نام پر ملک کو لوٹ رہا ہے۔ انکی ہوشربا اور متضاد شفافیت دیکھ کر انسان دنگ رہ جاتا ہے۔ دل نہیں چاہتا کہ مشکل الفاظ استعمال کروں۔ مگر ان لوگوں کا اصل خدا، صرف اور صرف پیسہ ہے۔ جھوٹ بولنا انکا وطیرہ ہے۔ انکی شخصیت کی بنیاد ہے۔ یہ جس دن سچ بولنے کی غلطی کریں گے، وہ دن شاید انکی اپنی زندگی کا آخری دن ہوگا۔ قانون کی گرفت میں آئے ہیں تو سوائے ملکی اداروں کو گالیاں دینے کے علاوہ انکے پاس کچھ بھی نہیں ہے۔ سندھ کی صورتحال بھی اتر ہے۔ وہاں کے سیاسی بادشاہ نے دس سال میں ملک کو ہر طریقے سے برباد کیا ہے۔ انہوں نے درست کہا تھا کہ "جمہوریت سب سے بہترین انتقام ہے"۔ مگر وہ لوگوں کو اصل جملہ نہیں بتاتے۔ "میر العقول کرپشن سے ملک کو برباد کرنا بہترین سیاسی انتقام ہے"۔ یہ انتقام اس خاندان نے خوب لیا ہے۔ کلفٹن پر موجود اس سیاسی قائد نے اپنے ارد گرد کے تمام گھر دھونس اور سرکاری دبدبے سے انتہائی کم قیمت پر زبردستی خرید لیے ہیں۔ کیا آپکے علم میں ہے کہ یہ کیسے کیا گیا۔ اگر ساتھ والا مکان دس کروڑ کا ہے تو اسکے مالک کو بلا کر دو چار کروڑ میں سودا کرنے کی کوشش کی۔ جب مالک

مکان راضی نہ ہوا تو اگلے دن سندھ کی حکومت کو حکم دیا کہ ساری آبادی کا کچرہ اس گھر کے سامنے ڈالنا شروع کر دو۔ مالک مکان دو چار دن تو یہ برداشت کرتے رہے، مگر جب غلاظت سے سارا گھر سڑنا شروع کر دیتا تو تنگ آ کر اپنی قیمتی جائیداد، سندھ کے سب سے غیر معتبر آدمی کے ہاتھوں اونے پونے بیچ دیتے تھے۔ اس طرح اپنے گھر کے ارد گرد درجنوں گھر زبردستی خریدے گئے۔ ان مجبور لوگوں کا کوئی پرساں حال نہیں۔ اس شخص کی طاقت ملاحظہ کریں کہ صوبائی حکومت انکے انکھوٹھے کے نیچے اور سرکاری عمال پنجاب کی طرح اسکے غلام۔ کس سے شکایت کریں۔ کون سنے گا۔ ملک میں ایک بھی ادارہ نہیں جو طاقتور ترین لیٹیروں پر ہاتھ ڈالنے کی جرات کر سکے۔ اگر کوئی معمولی سی حرکت ہوتی ہے تو بہترین قانونی دماغ، ان گروہوں سے بھاری رقم لیکر، انہیں قانون کی گرفت سے بچا لیتے ہیں۔ بلوچستان میں بھی یہی حال ہے۔ وہاں کے ایک سابقہ وزیر اعلیٰ صرف گوادر کو صاف پانی کے ٹینکروں سے ڈیڑھ کروڑ روپے روزانہ وصول کرتے تھے۔ یہ دھندہ ڈھائی سال چلتا رہا۔ جب انکے خلاف تحریک عدم اعتماد پیش ہوئی تو ایک دن میں ہاتھ پاؤں پھول گئے۔ ارد گرد کے تمام درباری اور ٹاؤٹ بھاگ گئے۔ استعفیٰ دیکر عزت بچانے کی ناکام کوشش کی۔ مگر باخبر حلقے ہر بات جانتے ہیں۔ پنجاب، سندھ اور بلوچستان کے ان جفا داری خاندانوں کے پاس سب کچھ ہے۔ مگر صرف ایک چیز نہیں ہے اور وہ ہے "عزت"۔ مگر شائد عزت کی انہیں ضرورت ہی نہیں ہے۔ یہ عوامی اعتماد کو نہیں بلکہ دولت کو عزت سمجھتے ہیں۔

الیکشن کی بدولت مدت کے بعد، ہمارے نصیب میں ایک ایماندار وزیر اعظم آیا ہے۔ آپ اس سے ہزار اختلاف کریں مگر اسکی شخصی اور مالیاتی ایمانداری مسلمہ ہے۔ وہ دانشور جو دس برس سے اسکے خلاف مالی فائدہ کے عوض مسلسل لکھ رہے تھے۔ آج وہ بھی اس لیڈر کی تعریف کر رہے ہیں۔ خیر میں انہیں دانشور نہیں سمجھتا۔ پیسے لیکر کسی بھی شخص کا قصیدہ یا جو لکھنے والا دانشور یا ادیب نہیں ہو سکتا۔ نیپال کا شیشیل ایمانداری کا رول ماڈل تھا۔ ہو سکتا ہے کہ خدا کو ہم پر رحم آ گیا ہو اور ہمیں بھی ایک ایماندار اور سادہ سا انسان تحفہ میں دے دیا ہو۔ ہو سکتا ہے کہ یہ شخص سادگی میں شیشیل کو رالا کو بہت پیچھے چھوڑ جائے۔ ویسے دو دہائیوں میں تو یہ پاکستان کا غریب ترین وزیر اعظم ہے!

راؤ منظر حیات